راقم سطور عرض کرتا ہے کہ سنن دارمی جامعیت، حسن ترتیب اور علو اسناد ہر لحاظ سے اس رائے کی مستحق ہے جو یہ اہل علم پیش کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ اہل قلم حضرات مختلف پہلوؤں سے اس کا تعارف کرائیں اس کی اہمیت کو واضح کریں اور مشائخ حدیث اور ارباب مدارس اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اسے درس میں شامل کریں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مرحوم نے سنن دارمی کا قدیم نسخہ حاصل کرکے اس کی تصحیح اور دیگر نسخوں سے اس کا مقابلہ کرا کر ۱۲۹۳ھ میں مطبع نظامی کانپور سے شائع کرایا۔ اس کے کل صفحات ۴۲۳ ہیں خط بہت عمدہ اور جلی ہے۔ شروع میں مولانا محمد عبدالرشید بن محمد شاہ کشمیری کے قلم سے مقدمہ بھی ہے۔ ہندوستان کے اکثر بڑے کتب خانوں میں موجود ہے۔ میری نظر سے سنن دارمی کا یہی ایک نسخہ گذرا ہے۔ سنن دارمی ایک ہزار پانچ سو آٹھ الواب پر مشتمل ہے جن میں تین ہزار پانچ سو ستاون حدیثیں آگئی ہیں[۱]۔ سنن دارمی ۱۳۰۴ھ میں دو جلدوں میں دمشق میں شائع ہوئی ہے۔

سنن دارمی کے تراجم

(۱) سنن دارمی کا مکمل ترجمہ تحت اللفظ بلا متن" اسلامیہ پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ دہلی" نے کرزن اسٹیم پریس میں طبع کراکر شائع کیا تھا یہ ترجمہ متوسط (۲۰ × ۲۶) سائز کے پانچ سو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مرزا حیرت دہلوی کی نگرانی میں شائع ہوا ہے مترجم کے نام کی جگہ لکھا ہے کہ "فاضل علماء سے عربی کا اردو میں ترجمہ کرایا" ہوسکتا ہے کہ یہ ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کا کیا ہوا ہو واللہ اعلم یہ ترجمہ میرے پاس موجود ہے اس پر سن طباعت درج نہیں ہے لیکن ڈاکٹر عبدالحق صاحب بابائے اردو مرحوم نے نہ معلوم کہاں سے اس کا سن طباعت ۱۳۰۰ھ بیان کیا ہے[۲]۔

(۲) دوسرا ترجمہ با محاورہ سلیس اور شگفتہ اردو زبان میں ہے لیکن اخیر سے یہ اور مذکورہ ترجمہ دونوں بہت ملتے جلتے ہیں اس ترجمہ کا ایک نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتبخانہ میں موجود ہے۔ مگر ناقص ہے[۳]۔

(۳) ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم نے ایک ترجمہ کا ذکر کیا ہے کہ مطبع سعیدی کراچی سے ۱۹۵۱ء

---

[۱] بستان المحدثین ص۴۹ [۲] قاموس الکتب ص۱۵۷ [۳] مراسلت محترم مولانا ظفرالدین صاحب مفتاحی و محترم مولانا سید محبوب صاحب رضوی۔

میں شائع ہوا ہے اور اس پر مفتی انتظام اللہ شہابی کا مقدمہ ہے صفحات ۴۹۶ ہیں۔ لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نے نمبر ۲ میں جس ترجمہ کا ذکر کیا ہے یہ وہی ہے یا کوئی اور ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ" میں جن دس کتابوں کے اطراف جمع کئے ہیں ان میں دارمی بھی ہے۔ ذیل التذکرۃ لابن فہد ص۳۳۳ اس اتحاف المہرۃ کا قلمی نسخہ مکتبہ مرادیہ آستانہ میں محفوظ ہے (حاشیہ کوثری بر ذیل مذکور)

وفات امام دارمی عرفہ کے دن جمعرات کو بعد نماز عصر سن دو سو پچپن ہجری (۲۵۵ھ) میں فوت ہوئے اور عید الاضحیٰ جمعہ کے روز دفن کئے گئے[۳]۔

اسحٰق بن احمد بن خلف البخاری کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب امام دارمی کی وفات کی اطلاع کا خط ملا تو آپ نے انتہائی صدمہ سے سر جھکا لیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ حسرت آمیز شعر نکلا حالانکہ بجز ان اشعار کے جو احادیث میں آ گئے ہیں یا جس کی ضرورت کسی لفظ کی تحقیق کے سلسلے میں پڑ گئی ہے آپ کبھی شعر نہیں پڑھتے تھے ؎

إن تبق تفجع بالأحبة كلهم

وفناء نفسك لا أبالك أفجع[۴]

ترجمہ: اگر تو زندہ رہے گا تو تمام دوستوں کی موت کا صدمہ تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا۔ لیکن خود تیری موت کا سانحہ ان سب سے زیادہ المناک ہے۔

رحمۃ اللہ علینا وعلیہم اجمعین

---

[۱] قاموس الکتب ص۱۳۴ [۲] تاریخ بغداد ج۱۰ ص۳۲ ، [۳] تہذیب التہذیب ج۵ ص۲۹۶

مقدمہ سنن دارمی ص۱

مرزا غالب اور مدرسہ کا کمیٹی

(۲)

پروفیسر ابو محفوظ الکریم معصومی۔ مدرسہ عالیہ، کلکتہ

کلیات میر تقی میر ۱۸۱۱ء میں طبع ہوا۔ سرورق پر یہ عبارت ملتی ہے۔ "مدرسہ عالیہ کے لئے نوازش تفضلات سے صاحبان عالی شان کالج کانسل ... بہ تصحیح مرزا کاظم علی جوان اور مرزا جان طپش و مولوی محمد اسلم و تارنی چرن متر ... ۱۸۱۱ء میں مطابق ۱۲۲۶ ہجری، ہندوستانی چھاپہ خانے میں چھاپا گیا ہوا۔"

رقعات جامی کا پہلا ایڈیشن مولوی الہ داد نے ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے خاتمہ کا اقتباس حسب ذیل ہے:۔

بر ژرف نگاہان .... پوشیدہ نماند کہ چون برائے صاحبان عالیشان جماعۂ متعلمین مدرسۂ عالیہ، کہ در صدد کسب مہارت بزبان فارسی اند، از اقسام نثر اکثر.. مثل بہار دانش و اخلاق محسنی، و انشائی ابو الفضل و اخلاق جلالی، در تحت طبع در آمد خواستم کہ برائے طبع نثرے برگزینم ....." (طبع دوم ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۷ء در مطبع ایشیاٹک لیتھوگرافک کمپنی)

ظاہر ہے کہ صاحبان عالیشان جس مدرسۂ عالیہ کے متعلم تھے، وہ فورٹ ولیم کالج ہی ہو سکتا ہے۔ یا کلیات میر کی طباعت جس مدرسۂ عالیہ کے لئے ہوئی تھی اس سے یہی کالج مراد لیا جا سکتا ہے، نہ کہ محمڈن کالج۔

برہان قاطع مطبوعہ ۱۸۱۸ء، قصہ حاتم طائی (۱۸۱۸ء) مطبوعہ۔

وغیرہ کے سرورق اور دیباچہ میں مدرسہ عالیہ فورٹ ولیم، مدرسہ عالیہ، اور مدرسہ عالیہ کالج کے الفاظ ملتے ہیں جو فورٹ ولیم کالج کے لئے لکھے گئے ہیں۔

منتخب الفوائد محمد خلیل علی خاں اشک کی قابلِ قدر تالیف ہے، جو دراصل کتاب آداب الحرب و الشجاعۃ کا ترجمہ ہے جس کا دوسرا نام اوصاف الملوک وطرق حروبہم ہے۔ اس کے دیباچہ میں مترجم کا یہ بیان ملتا ہے۔ "احقر العباد محمد خلیل علی خان نے کہ تخلص جس کا اشک ہے سن بارہ سے چھبیس[۲۶] کے درمیان مطابق اٹھارہ سو دس عیسوی کے، وقت میں محمد اکبر بادشاہ غازی کے اور عصر میں..... لارڈ منٹو گورنر جنرل بہادر ممالک محروسہ سرکار کمپنی انگریز..... اور حکومت میں خداوند نعمت کپتان ٹیلر صاحب دام حشمتہ کی، انتظام میں.... ڈاکٹر ولیم ہنٹر صاحب دولتہ کے، کتاب اوصاف الملوک وطرق حروبہم کو، کہ سلطان التمش کے حکم سے جس کو محمد منصور سعید ابوالفرح خلیل نے بمشقت تمام بڑی جد و جہد سے ہزاروں کتابوں کا انتخاب کرکے تالیف کیا تھا، زبان میں موافق محاورے کے، واسطے مدرسہ عالیہ کے ترجمہ کیا.... نام اس کا منتخب الفوائد رکھا۔ کیونکہ تاریخ بھی اس کی یہی ہے" (مخطوطہ نمبر ۱۲، اردو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

منقولہ بالا عبارت میں مدرسہ عالیہ، یقیناً فورٹ ولیم کالج کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۱۸۰۳ء میں خرد افروز کا نسخہ تیار ہوا، مقدمہ میں مترجم کا بیان حسب ذیل ہے:

"بعد حمد و نعت کے شیخ حفیظ الدین احمد بن شیخ ہلال الدین محمد بن شیخ محمد ذاکر صدیقی، کہتا ہے کہ اس فقیر کے جد اعلیٰ پہلے عرب سے دکن کو آئے، بعد دو تین پشتوں کے شیخ حسن مغفور جنت البلاد بنگلے کو تشریف لائے..... اس حقیر نے بیس برس کے سن تلک مدرسہ کمپنی میں رہ کر علوم عربی و فارسی سے فراغت کی، جو فکر معیشت کی انسان کو لازم ہے، تحصیل علم کے بعد تلاش میں در آیا، اور کمپنی بہادر کے اس مدرسہ عالی میں نوکر ہوا کہ جس کی بنا امیر بہ تدبیر اشرف الاشراف مارکوس ویلزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ کے عہد میں ہوئی۔ (مخطوطہ نمبر ۱۱۸، اردو، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

اس عبارت میں مدرسہ کمپنی سے، جہاں شیخ حفیظ الدین نے تحصیل علم کی، یقیناً

مدرسۂ عالیہ یا محمڈن کالج مراد ہے جو اس وقت تک بیٹھک خانہ روڈ پر واقع تھا۔ اور کمپنی کے مدرسۂ عالی سے جس کی بنا گورنر جنرل ویلزلی کے عہد میں ہوئی فورٹ ولیم کالج مراد ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں کی چار جلدیں ۱۸۳۵ء میں ایشیاٹک لیتھوگرافک پریس میں طبع ہوئی تھیں، تصحیح کرنے والوں میں ایک نام مولوی حافظ احمد کبیر، امین مدرسۂ کمپنی بہادر کا ملتا ہے۔ انگریزی سرورق پر ان کے نام کے ساتھ SUPERINTENDENT OF THE GOVERNMENT MADRASA لکھا ہے۔ امین مدرسۂ کمپنی بہادر سے محمڈن کالج کے عہدۂ نائب سکریٹری کی طرف اشارہ ہے جس پر حافظ صاحب ۱۸۲۳ء ہوئے تھے[1]

سید منصور علی بن سید امام بخش حسینی موسوی سبزواری نے قصۂ سیف الملوک کا ترجمہ بحر عشق کے نام سے کیا تھا اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ــ" .... کلکتہ میں وارد ہو کر بصیغۂ منشی گری صاحبان عالیشان نوآموزوں کی تعلیم و درس کے واسطے، مدرسہ میں کمپنی انگریز بہادر دام اقبالہ' کے تفریق ہندوی میں سرفراز ہوا ہے ..... سن بارہ سو اٹھارہ ہجری میں مطابق اٹھارہ سو تین عیسوی (۱۸۰۳) کے زبان ریختہ نثر میں ترجمہ کیا (ورق : ۲، مخطوطہ نمبر ۱۱) یہاں مدرسہ کمپنی انگریز بہادر سے فورٹ ولیم کالج مراد لیا گیا ہے۔

اقتباسات منقولۂ بالا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مدرسۂ عالیہ، مدرسۂ عالی، مدرسۂ کمپنی

---

[1] حالات کیلئے دیکھئے: تذکرۂ کاملان رامپور ص ۲۹، تاریخ مدرسہ عالیہ ج ۱ ص ۶

حافظ صاحب کی نگرانی میں ایک ہفتہ وار (آئینۂ گیتی نما) کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ شاہ الفت حسین فریاد اسی ہفتہ وار کے سلسلہ میں راجہ محبوب سنگھ کو لکھتے ہیں: الحال اخبار یکہ مسمی بآئینۂ گیتی نما ست، ظہور محاسن آن موقوف بر مطالعہ عالی است، در مدرسۂ عالیہ باہتمام فاضل نحریرۂ عالم بے نظیر حافظ احمد کبیر صاحب مطبوع می شود۔ قطعہ از این لعالی خدمت ہم سمت ابلاغ می یابد اگر پسند جناب سامی باشد، بفقیر ایما رود کہ در بندگی حافظ صاحب اعلام کند۔ تا در ہر ہفتہ بخدمت عالی رسیدہ باشد (ریاض الافکار، تذکرۂ فریاد)

کا اطلاق فورٹ ولیم کالج پر بھی ہوتا تھا اور کبھی محمڈن کالج سے تمیز کرنے کے لئے فورٹ ولیم کالج کو مدرسۂ جدید کہتے تھے (دیباچۂ انتخاب سلطانیہ ــ مخطوطہ نمبر ۱۹، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) لیکن کسی قید احترازی کا التزام بہر حال غیر ضروری تھا۔

مرزا غالب کی تحریر میں (مدرسۂ سرکار کمپنی) سے مدرسۂ عالیہ یا محمڈن کالج، کی طرح فورٹ ولیم کالج بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اور جب دونوں باتوں کا احتمال ہے، کوئی وجہ نہیں کہ مشاعرہ کی جگہ خاص طور پر محمڈن کالج یا مدرسۂ عالیہ کو قرار دیا جائے۔ اس ترجیح کے لیے کسی خارجی دلیل یا کم از کم قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ ہمارے علم میں اہل تحقیق میں سے جن لوگوں نے صراحت کے ساتھ مدرسۂ سرکار کمپنی سے ولزلی اسکوائر کے مدرسۂ عالیہ کو مراد لیا ہے ان کی تحریریں دلائل و قرائن سے یکسر خالی ہیں۔

تھوڑی دیر کے لئے اگر دوسرے احتمال کو تسلیم کرلیں اور غالب کے مدرسۂ سرکار کمپنی سے فورٹ ولیم کالج کو مراد لیں تو ہمارے خیال میں یہ ایسا احتمال ہے جسے مستبعد قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ تمام تر قرائن سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

فورٹ ولیم کالج کی روایات میں مشاعرہ بجا طور پر شامل رہا ہے۔ اس کالج کے تحت ترجمہ و تالیف کا جو صیغہ قائم ہوا اس سے اردو زبان کے نثر نگار اور شاعر دونوں قسم کے ادباء و متسلک تھے اور منتخب اصحاب قلم اور شاعروں کی خاصہ جماعت فراہم ہوگئی تھی جس نے اپنے ادبی رجحان اور شاعرانہ مذاق کے لحاظ سے کلکتہ میں مشاعرہ کی بنا ڈالی۔ یہ مشاعرہ ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ ۲۵۔ جولائی کو منعقد ہوتا تھا۔ اس میں کلکتہ کے تمام چھوٹے بڑے شاعر ہم طرح غزلیں سناتے تھے۔ اردو کے محسن اور دلدادہ انگریز بھی اس میں دل چسپی لیتے تھے اور ان کی نگرانی میں یہ مشاعرہ ایک باضابطہ شاعرانہ مقابلہ اور علمی دنگل ہوگیا تھا۔ ۱۸۱۲ء میں جو مشاعرہ ہوا تھا اس میں کالج نے مرزا جان طپش کے کلیات کا نسخہ خریدا اور اس کی شاعرانہ قابلیت کے اعتراف میں گراں قدر صلہ دینے کے علاوہ کلیات کو شائع کیا۔

(ملاحظہ ہو: ارباب نثر اردو ص۲۵۶-۲۵۷)

منشی بینی نرائن جہاںؔ کی تالیف دیوان جہاں میں جس کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے ۲۵ جولائی ۱۸۱۵ء کے مشاعرہ کی غزلیں گل دستہ کی شکل میں درج[۵۱] ملتی ہیں۔ غزل گویوں میں کاظم علی جواںؔ، میر حیدر بخش حیدریؔ، سید جعفر علی رواںؔ، افتخار الدین علی خاں شہرتؔ مرزا ہاشم علی عیاںؔ (پسر جواں) ابوالقاسم خاں[۵۲] قاسمؔ، میرزا آقا قاسم علی ممتازؔ (پسر جواں) مرزا لطف علی ولاؔ نظر آتے ہیں۔

---

۵۱ دیوان جہاں کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی میں نظر آیا اس میں مشاعرہ کی تاریخ سنہ کے بغیر درج ہے (ورق ۱۷۳ ب، مخطوطہ نمبر ۵۶)

۵۲ ابوالقاسم خاں قاسمؔ کے لئے دیکھئے مولانا مہر کی کتاب غالبؔ (ص ۳۰۲-۳۰۳، ۱۱۳-۱۱۴) نیز دیوان غالب تیر عرشی (ص۳۵) مولانا مہر لکھتے ہیں: قاسم کے متعلق کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی، وہ فارسی کے شاعر تھے۔ مولانا مہر نے قاسم اور طپاں کی مدح میں غالب کا ایک قطعہ الناظر (لکھنؤ) کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ دیوان جہاںؔ میں بینی پرشاد لکھتے ہیں: قاسم تخلص نام ابوالقاسم خان، خاندان شاہی سے کچھ قرابت رکھتے ہیں اور اس خاکسار کو بھی ان کی خدمت میں نیاز ہے۔ بالفعل کلکتہ میں تشریف رکھتے ہیں (ورق ۹۴ ر ظ-۹۵) اس کے بعد قاسم کی تین غزلیں نقل کی ہیں:

(۱) سمجھے وہی انداز مرے طرز سخن کا — نالہ ہو سنا جس نے کبھی مرغ چمن کا (کل ۷ ابیات)
(۲) شور و فغاں سے متصل نالوں کی ہم دھوم ہے — شاید دل جاں ہی یا مرگ دل مرحوم ہے (کل ۹ شعر)
(۳) اشکوں سے ہر مژہ ہے مری نسترن کی شاخ — پھولوں میں کیا گتھی ہے یہ میری چمن کی شاخ (کل ۷ بیت)

۲۵ جولائی کے مشاعرہ میں قاسم نے جو غزل پڑھی تھی اس کا مطلع ہے:

ہجر میں اک گل کے گل ہاتھوں پہ کھایا چاہیے — ہاتھ کو گلدستۂ رنگین بنایا چاہیے

مقطع میں فرماتے ہیں:

لگ رہی ہے لو یہی قاسم کئی دن سے ہمیں — حضرت دہلی کو کلکتے سے جایا چاہیے

(دیوان جہاں، ورق ۱۷۶ رب-۱۷۷ رظ)

۵۲

سالانہ مشاعرہ کے علاوہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسی کالج سے منسلک حلقہ شعراء کے اہتمام میں ہر مہینے مشاعرے ہوتے ہوں گے، جن میں اردو فارسی کی غزلیں پڑھی جاتی تھیں۔ بہ ظاہر یہی سلسلہ غالب کے قیام کلکتہ کے زمانہ تک باقی رہا جس کا تذکرہ انھوں نے صدر امین باندہ کے خط میں کیا ہے۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ یا محمڈن کالج میں کبھی مشاعرہ کا منعقد ہونا ثابت ہو جائے تو بات دوسری ہے۔ ورنہ پابندی کے ساتھ ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو بزم سخن کا آراستہ کیا جانا جو خاص اہتمام چاہتا ہے، وہ کسی مدرسے کے علماء اور اصحاب فن کے مذہبی احول، دینی مذاق، اور مدرسی مزاج سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا اس کے برعکس فورٹ ولیم کالج کے حلقۂ ادب سے وابستہ اصحاب شعر و سخن کے زیر اہتمام، ان کے ذوق، میلان طبع مخصوص ادبی رجحان اور شاعرانہ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مہینے ایک مقررہ دن میں بزم سخن منعقد کرنے کی بات بہمہ وجوہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

مرزا غالب کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے، کہ یہ مشاعرہ ہر مہینے پہلے اتوار کو ہوتا تھا۔ مدرسۂ عالیہ (محمڈن کالج) میں جمعہ کے سوا ہر روز تعلیم ہوتی تھی اتوار کا دن بھی درس و تدریس کے ایام میں شامل تھا۔ ۱۸۶۹ء کی ترمیم کے بموجب مدرسہ اتوار کو پورے دن بند رکھا جانے لگا۔ اس طرح مدرسہ کے اسٹاف کو ولزلی اسکوائر کی نئی عمارت میں منتقل ہونے کے بعد بھی اتنی فرصت کہاں ملتی ہوگی کہ ہر مہینے پہلے اتوار کو بزم سخن آراستہ کرنے کا اہتمام کرتے۔ علاوہ بریں مدرسہ کا اسٹاف غالب کے قیام کلکتہ کے بعد تک اس قدر محدود تھا کہ اس کے لئے مشاعروں کا اہتمام کرنا خاصہ دشوار کام تھا۔ غالباً اس وقت تک بہ شمولیت مدرس اوّل کل پانچ استاذ اور خطیب و مؤذن اسٹاف میں ہوتے تھے۔ (تاریخ مدرسہ عالیہ: ص ۴۴-۴۵ حصہ اوّل) پھر مشاعرہ کی مجلس معمولی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ سامعین کی خاصہ کثرت ہوتی تھی اور ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی۔ آپ خود